۱۴۔ آخری گلاب

ماخوذ

پہلی بات : علامہ اقبال کو بچپن میں بٹیر پالنے کا بہت شوق تھا۔ ایک دن ان کے استاد مولوی میر حسن سبق پڑھا رہے تھے۔ اقبال کے ہاتھ میں بٹیر دیکھ کر انھوں نے غصّے سے کہا، ''تجھے ان بٹیروں کو ہاتھ میں تھامے رکھنے میں کیا مزہ آتا ہے؟'' اقبال برجستہ بولے، ''حضرت! اسے ہاتھ میں لے کر تو دیکھیے۔'' اس سے پہلے کہ میر حسن آگے بڑھ کر بٹیر کو ان کے ہاتھ سے لے لیتے، اقبال نے بٹیر کو چھوڑ دیا۔

بچپن میں چھوٹی موٹی شرارتیں کرنا بچوں کی فطرت ہے۔ عام طور پر یہ بات بھی مشہور ہے کہ شوخ اور شریر بچے نیک اور ذہین ہوتے ہیں۔ وہ شرارت تو کرتے ہیں مگر جب کسی کو مصیبت میں دیکھتے ہیں تو فوراً اس کی مدد کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

'آخری گلاب' بھی ایک ایسے ہی لڑکے کی کہانی ہے جو چھوٹی چھوٹی شرارتیں کرتا ہے مگر جب وقت آتا ہے تو اپنی ذہانت سے ایسا کام کرتا ہے جس سے ایک خاتون کو نئی زندگی مل جاتی ہے۔

یوں تو ایاز چہرے سے نہایت معصوم نظر آتا تھا مگر تھا شرارت کا پُتلا۔ کبھی کسی پڑوسی کے دروازے پر دستک دے کر بھاگ جاتا، کبھی کسی راہ چلتے شخص کو پکار کر چھپ جاتا۔ غرض اپنی نئی نئی شرارتوں سے سب کو تنگ کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ خاص طور پر پڑوس میں رہنے والی نصیبہ دادی کو تو وہ اکثر پریشان کرتا۔ چھٹّیوں میں کبھی ان کی چھت پر پتنگ بازی کرتا تو کبھی ان کے آنگن کے درختوں پر چڑھ کر کیریاں اور امرود توڑتا۔ جب نصیبہ دادی ڈنڈا لے کر بڑبڑاتی لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے دوڑتیں تو انھیں ٹھینگا دِکھا کر بھاگ جاتا۔

بوڑھی نصیبہ دادی اپنے گھر میں اکیلی تھیں۔ ان کے شوہر کا انتقال ہوئے مدّت ہو چکی تھی۔ ان کا ایک بیٹا تھا جو اپنی بیوی بچوں کے ساتھ امریکہ میں بس گیا تھا۔

ایک دن معمول کے مطابق ایاز اپنے دوست عرفان کے ساتھ نصیبہ دادی کے مکان کی چھت پر چڑھ کر اُدھم مچا رہا تھا لیکن آج دادی کی ڈانٹ سنائی دی اور نہ ڈنڈا لے کر آئیں۔ اس کے بعد ایاز نے ان کے پیڑ پر چڑھ کر کئی کچّے پکّے امرود توڑ ڈالے۔ تب بھی دادی نے خبر نہ لی۔ اسے بڑی حیرت ہوئی۔ اچانک اس کی نظر صدر دروازے کی طرف اُٹھ گئی جہاں صبح کا اخبار اور دودھ کی بوتل جوں کے توں رکھے ہوئے تھے۔ اسے خیال آیا، دادی کہیں باہر تو نہیں گئیں مگر باہر جاتیں تو صدر دروازے پر قفل پڑا ہوتا۔ تو پھر..... یقیناً کچھ گڑبڑ ہے۔ اس نے اپنے دوست عرفان سے کہا، ''آج دادی کی آواز نہیں آئی، شاید وہ گھر میں نہیں ہیں۔ تم یہیں ٹھہرو، میں ابھی معلوم کر کے آتا ہوں۔''

''دادی کے ڈنڈے سے بچنا۔'' عرفان نے یاد دلایا۔

ایاز مکان کے پچھواڑے پہنچا۔ پچھلا دروازہ اندر سے بند تھا۔ وہ دیوار پر چڑھ کر صحن میں اُتر گیا۔ جوں ہی گھر میں داخل ہوا اُسے ایک کمرے سے کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ وہ لپک کر اس کمرے میں گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ نصیبہ دادی پلنگ پر کمبل اوڑھے کراہتی پڑی ہیں۔ قریب پہنچ کر اس نے آواز دی، ''دادی!''

دادی نے آنکھیں کھول کر ایاز کو حیرت سے دیکھا۔

’’آپ بیمار ہیں؟‘‘ ایاز نے نرمی سے پوچھا۔
ایاز کی ہمدردی پا کر اُنھیں تسلّی ہوئی۔ اُنھوں نے کراہتے ہوئے کہا، ’’ہاں بیٹا! کل سے شدید بخار ہے۔‘‘
دادی کی یہ حالت دیکھ کر ایاز اپنی ساری شرارتیں بھول گیا اور جلدی سے بولا، ’’کوئی بات نہیں۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ میں ابھی ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں۔‘‘
اُس نے صدر دروازہ کھولا، عرفان کو اندر بلایا اور کہا، ’’تم ذرا دادی کو دیکھو، میں ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں۔‘‘
وہ دوڑتا ہوا اپنے گھر پہنچا۔ اپنی مٹّی کی گولک کو توڑ کر پیسے نکالے۔ کل تین سو پچیس روپے تھے۔ اتنی رقم ڈاکٹر کی فیس اور دوا کے لیے کافی ہے، اس نے سوچا اور دوڑتا ہوا قریب کے ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اسے دادی کی بیماری کا احوال سنایا اور اپنے ساتھ گھر چلنے کے لیے کہا۔ ڈاکٹر راضی ہوگیا۔ ڈاکٹر نے دادی کا معائنہ کیا۔ ایک انجکشن دیا اور کچھ دوائیں لکھ کر دیں۔ ڈاکٹر نے بتایا، ’’دادی کو نمونیا ہوگیا ہے۔ ان کا علاج اور دیکھ بھال ضروری ہے۔‘‘ ایاز نے ڈاکٹر کی فیس ادا کی اور بازار سے دوائیں لے آیا۔
ایاز اور عرفان اسکول سے چھوٹ کر روزانہ دادی کے پاس جاتے۔ انھیں دوا پلاتے اور اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے دادی کا جی بہلاتے۔ اس دوران ایاز نے دیکھا کہ دادی کی نظریں بار بار کھڑکی کی طرف اُٹھ جاتی ہیں۔ کھڑکی سے آنگن میں کھڑے گلاب کے پودے اور ان پر کھلے ہوئے سرخ گلاب کے پھول صاف نظر آتے تھے۔ انھیں دیکھ کر نصیبہ دادی بڑبڑانے لگتیں، ’’یہ موسم کے آخری گلاب ہیں۔‘‘
ایک دن ایاز نے پوچھا، ’’کیا بڑبڑا رہی ہو دادی؟‘‘
’’آں ......‘‘ وہ چونک پڑیں پھر بولیں، ’’بیٹا، وہ گلاب دیکھ رہے ہو نا! یہ اس موسم کے آخری گلاب ہیں۔ ایک ایک کر کے سب جھڑ رہے ہیں۔ جانے کیوں مجھے محسوس ہوتا ہے، جب یہ سارے پھول جھڑ جائیں گے تو میری زندگی کا چراغ بھی گل ہوجائے گا۔‘‘
’’ایسا مت کہیے دادی۔ آپ اچھی ہوجائیں گی۔‘‘ ایاز نے تسلی دی۔
’’آپ کو وہم ہوگیا ہے دادی.... آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں؟‘‘ عرفان نے لُقمہ دیا۔

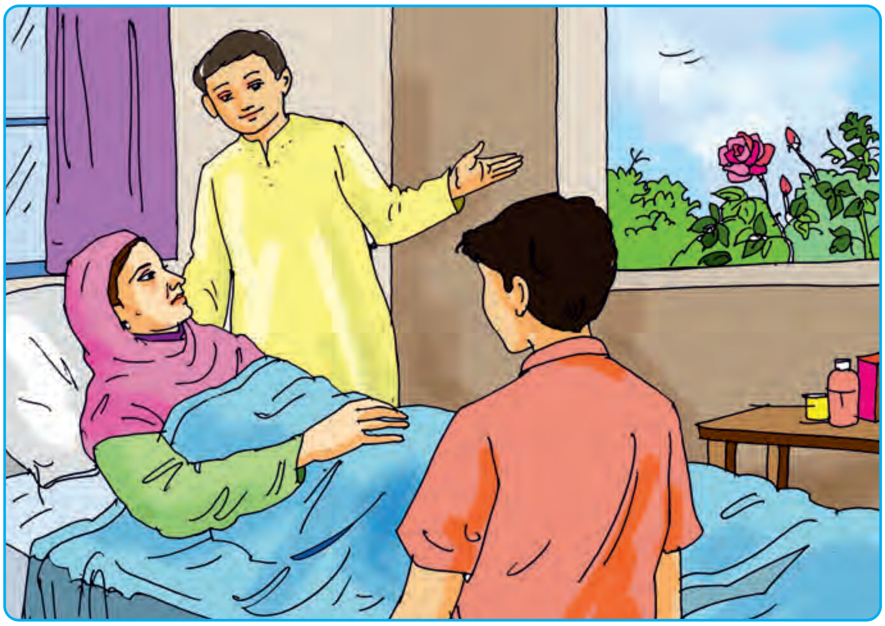

ایاز اور عرفان اگرچہ دادی کی دل جوئی میں لگے ہوئے تھے لیکن ایاز کچھ اور سوچ رہا تھا۔ اس کی نظریں بھی بار بار ان سرخ گلابوں کی طرف اُٹھ جاتیں۔ واقعی ایک ایک کر کے پھول جھڑتے جا رہے تھے۔ نصیبہ دادی روزانہ گلاب کے پھولوں کو حسرت سے دیکھتی رہتیں۔ دونوں بچّے اپنی معصوم باتوں سے

ان کے وہم کو دور کرنے کی کوشش کرتے مگر دادی کی مایوسی بڑھتی جارہی تھی۔ آخر ایک پودے پر جب آخری گلاب رہ گیا تب ایاز نے کہا، ''دیکھیے دادی! اس پھول کے جھڑنے تک آپ ٹھیک ہوجائیں گی۔ ہم نے اللہ میاں سے خوب دعا مانگی ہے۔ آپ اپنے دل سے وہ وہم نکال دیجیے۔''

بچّوں کی محبت بھری باتیں سن کر دادی کا دل بھر آیا۔ ''بچّو!.....'' جذبات کے مارے وہ آگے کچھ نہ کہہ سکیں۔

روزانہ صبح دادی کھڑکی پر نظر ڈالتیں تو اس آخری گلاب کو مسکراتا ہوا پاتیں۔ اس مسکراتے ہوئے پھول کو دیکھ کر دادی کے بُجھے ہوئے دل میں جینے کی اُمنگ جاگنے لگی۔ دھیرے دھیرے اُن کی طبیعت ٹھیک ہونے لگی۔ وہ سرخ گلاب مسکرا کر ان کا حوصلہ بڑھاتا اور دونوں بچّوں کی پیار بھری باتیں ان کا دل بہلاتیں۔ دادی جلد ہی صحت یاب ہوگئیں۔

ایک دن صبح نصیبہ دادی اُٹھ کر لکڑی ٹیکتی ہوئی باغ میں گئیں تاکہ اُس گلاب کا شکریہ ادا کرسکیں جس نے انھیں جینے کا حوصلہ دیا تھا۔ مگر یہ کیا.....!

اُنھوں نے قریب پہنچ کر دیکھا کہ وہ تو پلاسٹک کا نقلی گلاب تھا جسے بڑی صفائی کے ساتھ شاخ پر اس طرح باندھ دیا گیا تھا کہ دور سے بالکل اصلی لگتا تھا۔ دادی سمجھ گئیں کہ یہ ایاز کی شرارت ہے، مگر کیسی انوکھی اور پیاری شرارت.....!

ان کا دل جذبات سے بھر گیا۔ آنکھوں میں تشکّر کے آنسو اُمنڈ آئے اور ہونٹوں پر ایک شفیق مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا ''شیطان کہیں کا۔''

کوئی نہیں جانتا کہ اس چھوٹے سے فقرے میں ایاز کے لیے دادی کی کتنی دعائیں پوشیدہ تھیں۔

معنی و اشارات

محبوب	پسندیدہ	معائنہ کرنا	جانچنا
معمول کے مطابق	ہمیشہ کی طرح	لُقمہ دینا	بیچ میں بولنا
صدر دروازہ	داخلی دروازہ	اُمنگ	خواہش
گولک	مٹی یا پلاسٹک کا چھوٹا ڈبے نما برتن جس میں بچے پیسے جمع کرتے ہیں۔	صحت یاب ہونا	بیماری کے بعد تندرست ہونا
		تشکّر	شکر
زندگی کا چراغ گل ہوجانا	موت آجانا	شفیق	شفقت، محبّت بھری
		بے ساختہ	اچانک

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے:**

۱۔ اقبالؔ کے استاد کا نام کیا تھا؟

۲۔ نصیبہ دادی تنہا کیوں رہتی تھیں؟

۳۔ ایاز کی شرارت کے باوجود نصیبہ دادی باہر کیوں نہ آئیں؟

۴۔ ایاز نصیبہ دادی کے مکان میں کس طرح داخل ہوا؟

۵۔ ایاز کی گولک سے کتنے پیسے نکلے؟

۶۔ نصیبہ دادی کو کیا ہوا تھا؟

۷۔ نصیبہ دادی جب گلاب کا شکریہ ادا کرنے گئیں تو وہاں کیا دیکھا؟

۸۔ نصیبہ دادی کس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھیں؟

✤ **مختصر جواب لکھیے:**

۱۔ ایاز کی شرارتیں اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

۲۔ ایاز نصیبہ دادی کے تعلق سے تشویش میں کیوں مبتلا ہوا؟

۳۔ ایاز جب نصیبہ دادی کے مکان میں داخل ہوا تو کیا دیکھا؟

✤ **غور کرکے بتائیے:**

۱۔ نصیبہ دادی کو کیا وہم ہوگیا تھا؟

۲۔ دادی کے ساتھ ایاز کی بھی نظریں گلابوں کی طرف کیوں اُٹھ جاتی تھیں؟

۳۔ ایاز نے پلاسٹک کا گلاب کیوں لگایا؟

بول چال

✤ **نیچے دیے ہوئے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے:**

زندگی کا چراغ گل ہونا ، لقمہ دینا ، دِل جوئی کرنا

دِل بھر آنا ، اُمنگ جاگنا

تلاش و جستجو

✤ **سبق کی مدد سے جملے کے سامنے کہنے والے کا نام لکھیے:**

۱۔ ”تم یہاں ٹھہرو میں ابھی معلوم کرکے آتا ہوں۔“

۲۔ ”دادی کے ڈنڈے سے بچنا۔“

۳۔ ”ہاں بیٹا، کل سے شدید بخار ہے۔“

۴۔ ”دادی کو نمونیا ہوگیا ہے۔“

وسعت میرے بیان کی

✤ **سبق کی روشنی میں ان جملوں کا مطلب بتائیے:**

۱۔ یوں تو ایاز چہرے سے نہایت معصوم نظر آتا تھا مگر تھا شرارت کا پتلا۔

۲۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس چھوٹے سے فقرے میں ایاز کے لیے دادی کی کتنی دعائیں پوشیدہ تھیں۔

بات سے بات چلے

’اچھی شرارت اور بری شرارت‘ اس موضوع پر گروہ میں بات چیت کیجیے۔

لفظوں کا کھیل

✤ **ذیل میں دیے ہوئے لفظوں کے حروف کی ترتیب الٹ پلٹ کرکے سامنے دیے ہوئے لفظوں کے ہم معنی بنائیے:**

۱۔	تار	( )	شب
۲۔	طارق	( )	لائن
۳۔	لیمو	( )	سلاد کے طور پر استعمال ہونے والی ایک جز
۴۔	ماتم	( )	مکمل، پورا
۵۔	کون	( )	سرا

سرگرمی/منصوبہ:

اپنی بیاض میں کسی کتاب یا رسالے سے کسی معذور کی مدد پر کہانی نقل کیجیے اور دوستوں کو سنائیے۔

عبارت آموزی

✤ **اقتباس پڑھ کر ذیل کے سوالوں کے جواب لکھیے:**

زیتون کا استعمال مصر و شام کے لوگ ۳۵۰۰ ق۔م سے جانتے ہیں۔ آج کل یہ فلسطین، اسرائیل، یونان، پرتگال، اسپین، ترکی، اٹلی، شمالی افریقہ اور آسٹریلیا کے جنوبی علاقوں میں اُگایا جاتا ہے۔

زیتون بیضوی شکل کا ایک پھل ہے جس کی جسامت انگور کے برابر ہوتی ہے۔ کچا ہو تو اس کا رنگ ہرا ہوتا ہے۔ پکنے کے دوران بتدریج اس کا رنگ جامنی، سیاہی مائل جامنی اور سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس کا ذائقہ کسیلا ہوتا ہے۔ اسے سلاد کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

زیتون کے استعمال سے کینسر سے بچا جاسکتا ہے۔ پابندی سے زیتون کا استعمال ہڈیوں کے امراض اور الرجی سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ یہ پھل نظامِ ہاضمہ، دورانِ خون اور مدافعتی نظام میں باقاعدگی پیدا کرتا ہے۔ یہ خون میں کولیسٹرال کی مقدار پر قابو رکھ کر بلڈ پریشر کو معتدل رکھنے اور دل کے امراض سے محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

عام طور پر تیل بیجوں سے نکالا جاتا ہے لیکن زیتون کا تیل اس کے پھل سے نکالتے ہیں۔ زیتون کا تیل درد، قبض اور جلد کی خشکی دور کرتا ہے، معدے کے زخموں کو ٹھیک کرتا ہے۔ اس میں پائے جانے والے کیمیائی عناصر مختلف بیماریوں کو روکنے میں معاون ہیں مثلاً کینسر، امراضِ قلب، فالج، گٹھیا، ذیابیطس وغیرہ۔ زیتون کے تیل سے مرہم بنائے جاتے ہیں جس سے درد اور سوجن میں تیزی سے افاقہ ہوتا ہے۔

سوالات:

۱۔ زیتون کی پیداوار کن ملکوں میں ہوتی ہے؟
۲۔ پکنے کے دوران زیتون کا رنگ کیسا ہوتا جاتا ہے؟
۳۔ زیتون کا استعمال جسم کے کن نظاموں میں باقاعدگی پیدا کرتا ہے؟
۴۔ زیتون کا پھل بلڈ پریشر اور دل کے امراض میں کیسے مددگار ثابت ہوتا ہے؟
۵۔ زیتون کے تیل کا استعمال کن امراض کے لیے فائدہ مند ہے؟

آئیے زبان سیکھیں

سادہ جملہ: جب ہم کچھ بولتے یا لکھتے ہیں تو ہماری زبان کے الفاظ ایک خاص ترتیب میں آکر جملہ بناتے ہیں۔ جملے سے کوئی بات یا خیال ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے الفاظ کی ترتیب اور لہجے سے بولنے والے کے ارادے، خیال یا جذبے کا پتا چلتا ہے۔

• ذیل کے جملوں کو پڑھ کر ان کی ترتیب پر غور کیجیے۔

نصیبہ دادی/ اپنے گھر میں اکیلی تھیں۔
ایاز اور عرفان/ چھت پر چڑھ کر اودھم مچا رہے تھے۔
پچھلا دروازہ/ اندر سے بند تھا۔
یہ/ اس موسم کے آخری گلاب ہیں۔

ان جملوں میں ہر ایک کے دو حصے کیے گئے ہیں۔ دوسرا حصہ پہلے حصے کے بارے میں کوئی بات کہتا یا کوئی خبر دیتا ہے۔

جیسے:

نصیبہ دادی	اپنے گھر میں اکیلی تھیں
پہلا حصہ	دوسرا حصہ
مبتدا	خبر

جملے کی ایسی بناوٹ میں پہلے حصے کو **'مبتدا'** کہتے ہیں کیونکہ اس سے جملہ شروع ہوتا ہے۔ دوسرے حصے میں مبتدا کے بارے میں جو بات کہی جاتی ہے اسے **'خبر'** کہتے ہیں۔ جس جملے میں ایک مبتدا اور ایک خبر ہو، وہ **'سادہ جملہ'** کہلاتا ہے۔ اوپر کے تمام جملے سادہ جملوں کی مثالیں ہیں۔

• ذیل کے جملوں سے مبتدا اور خبر کو الگ کیجیے۔

۱۔ مدینے میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔
۲۔ بھتیجے کے نام انھوں نے ساری جائداد لکھ دی تھی۔
۳۔ میں نے مکان بنایا۔
۴۔ میاں خوجی کی رگِ بہادری پھڑک اُٹھی۔